آخری قسط

حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے انحراف

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

گزشتہ قسط میں یہ بتایا گیا تھا کہ بعض علماء نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کو تیس سالہ دورِ خلافت راشدہ میں شامل کرنے کے باوجود خود انہیں غیر راشد خلیفہ قرار دیا ہے لیکن اس کے برعکس اکثر علماء نے حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ پر اعتقاد کے باوجود نہ صرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ، عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی کو بلکہ مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے تو ایک عرب دانش ور کے حوالے سے اورنگ زیب عالم گیر کو بھی خلفائے راشدین کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''بالجملہ اہلِ سنّت خلیفہ سبھی کو کہہ دیا کرتے ہیں اس لفظ میں کوئی بزرگی نہیں۔ اس کے معنی فقط جانشین ہیں۔ سو تم ہی کہو اس میں کیا بزرگی ہے؟ اگر کسی نیک آدمی کی جگہ کوئی بدمعاش بیٹھ جائے تو اس کو جانشین (خلیفہ) تو ضرور کہیں گے پر اس میں کچھ بزرگی نہ نکلے گی۔ ہاں لفظ راشد بزرگی پر دلالت کرتا ہے۔ اس صورت میں خلیفہ کی دو قسمیں ہوں گی:

ایک خلیفہ راشد یہ تو چار یار اور پانچویں پانچ چھے مہینے کے لیے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے۔

دوسرا خلیفہ غیر راشد اور خلیفہ غیر راشد کو بادشاہ اور مَلِک بھی سنیوں کی اصطلاح میں کہتے ہیں۔ یزید اور عبدالملک وغیرہ سب اسی قسم کے ہیں۔ ہاں عمر بن عبدالعزیز البتہ مروانیوں میں سے خلیفہ راشد ہوئے ہیں۔''

(اجوبہ اربعین، ص: ۱۸۸۔ مطبوعہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ)

سخت حیرت ہے کہ حضرت موصوفؒ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز کو تو زمرۂ خلفائے راشدین میں شامل کر لیا مگر صحابیِ رسول، کاتبِ وحی، مدبّرِ اسلام، فاتحِ عرب و عجم، خلیفۃ المسلمین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس فہرست سے خارج کر دیا۔

امام اہلِ سنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت ایک بڑا عظیم الشان کام ہے جس کی قابلیت لوگوں میں متفاوت ہوتی ہے۔ محقّقین نے اس کے حسبِ ذیل مدارج بیان کیے ہیں:

درجہ اوّل، **خلافت راشدہ خاصّہ**: جس کو خلافت علیٰ منہاج النبوت بھی کہتے ہیں...... تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے اور علمائے محقّقین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ درجہ خلافت کا حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو حاصل تھا اور ان ہی پر ختم ہو گیا...... ان تینوں خلافتوں میں بھی حضرات شیخین کی خلافت کا درجہ بہت عالی ہے۔

درجہ دوم، **خلافت راشدہ مطلقہ**: یہ درجہ خلافت کا گو پہلے درجے سے رتبہ میں کم ہے مگر پھر بھی اس کی شان نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔

یہ درجہ خلافت کا ان لوگوں کے لیے ہے جن کا مستحق خلافت ہونا، صاحب فضائل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہو مگر اُمّت پر ان کا خلیفہ بنانا لازم نہ کیا ہو۔ یہ درجہ عالی خلافت کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا اور چھ مہینے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل رہا اور ان پر ختم ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی۔ اس سے مراد یہی دونوں قسمیں خلافت کی ہیں۔

قسم سوم، خلافت عادلہ: یہ درجہ پہلے دونوں درجوں سے بہت گھٹا ہوا ہے اور اس درجہ کے حاصل ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ خلیفہ جامع الشرائط ہو...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی میں داخل ہے۔ اس قسم میں بعض خلافتیں ایسی کامل ہوئی ہیں کہ بوجہ ہم رنگ خلافت راشدہ ہونے کے بعض علماء نے ان کو خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے جیسے عمر بن عبدالعزیز کی خلافت۔

قسم چہارم، خلافت ناقصہ یا خلافتِ عامّہ: یہ درجہ بالکل ہم رنگ بادشاہت وسلطنت ہے۔“ (مجموعہ تفسیر آیات قرآنی ص:۸۲،۸۴)

شیخ الاسلام علاّمہ شبیر احمد عثمانی ”اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ......“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

”بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تنہا یہی آیت ”تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ“ کا ثبوت دینے کے لیے کافی تھی۔ شاید اسی لیے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خطبۂ جمعہ کے آخر میں اس کو درج کر کے اُمّت کے لیے اُسوۂ حسنہ قائم کر دیا۔“ (تفسیر عثمانی تحت سورۃ النحل، آیت:۹۰)

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ زیر عنوان ”خلافت حضرت مہدی“ لکھتے ہیں کہ:

”اور یہ بھی امر ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی خلافت، خلافتِ راشدہ سے افضل انواع میں سے ہوگی یعنی وہ خلافت ”منتظمہ محفوظہ“ ہوگی۔ کیونکہ ان کی تعریف میں رسول اللہ نے فرمایا ہے: اگر دنیا میں کچھ باقی نہ رہے مگر ایک دن کہ لمبا کر دے اسے اللہ تعالیٰ یہاں تک کہ اٹھا دے اللہ تعالیٰ ایک آدمی میرے اہلِ بیت سے میرا ہم نام اور اس کے باپ کا نام بھی میرے باپ کے ہم نام ہوگا۔ بھر جائے گی زمین خوبی اور انصاف سے جیسا کہ بھری ہو ظلم اور جور سے۔“ (منصب امامت اردو۔ ص:۱۱۸)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”دوم یہ کہ حدیث (لا مھدی اِلّا عیسیٰ ابن مریم) بے شمار احادیث صحیحہ اور متواترہ کے خلاف ہے جن سے حضرت عیسیٰ اور امام مہدی کا دو شخص ہونا آفتاب کی طرح روشن ہے۔ سوم یہ کہ اگر اس حدیث کو تھوڑی دیر کے لیے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ کہا جائے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم سے بڑھ کر کوئی شخص ہدایت یافتہ نہ ہوگا اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے مگر نبی رسول ہوں گے اور امام مہدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے آخری خلیفہ راشد ہوں گے، نبی نہ ہوں گے۔“

(عقائد الاسلام، ص:۲۳۔۱۲۴ مطبوعہ ادارہ تبلیغ اسلام، میکلوروڈ لاہور)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ ابن کثیر ”بارہ خلفاء“ کی بحث میں لکھتے ہیں کہ:

”ضروری نہیں ہے کہ یہ بارہ خلفاء مسلسل ہوں بلکہ چار تو مسلسل ہوئے پھر کچھ عرصہ کے بعد عمر بن عبدالعزیز تشریف لائے پھر آخر میں امام مہدی تشریف لائیں گے جن کی خلافت علیٰ منہاج النبوّت ہوگی۔“

(معارف القرآن، جلد:۶، ص:۴۴۰، تحت سورۃ النور۔ آیت:۵۵)

موصوف نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد عمر بن عبدالعزیز کی خلافت علیٰ منہاج النبوّت تھی اور آخر میں امام مہدی کی خلافت بھی اسی نہج پر ہی ہوگی لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ وہ خلفائے راشدین میں شامل نہیں بلکہ وہ حدیث بارہ خلفاء کے بھی مصداق نہیں ہیں۔

مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْکُمْ یہ وعدہ خلفائے راشدین کے دور میں پورا ہوا اور ایک ایک پیش گوئی حرف بہ حرف سچی ثابت ہوئی اور آئندہ امام مہدی اسی نہج پر حکومت کریں گے۔''

(تفسیر محمود، جلد: دوم ص:۴۹۹، تحت آیت استخلاف، سورۃ النور نمبر ۵۵)

مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''شخصی وموروثی حکومت نے اصلاح وتبدیلی کے دروازے بند کردیے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صدیوں کے لیے مسلمانوں کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے۔ اس وقت اسلام کو غالب ہونے اور حالات کو بدل دینے کے لیے ایک معجزہ کی ضرورت تھی اور وہ معجزہ ظاہر ہوا۔ یہ معجزہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی ذات ہے جو خود بانی خاندان کے پوتے اور ان کی ماں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ فاروقیت اور اموّیت کا یہ سنجوگ اسی لیے ہوا تھا کہ بنی اُمیّہ کے خاندان میں ایک خلیفہ راشد پیدا ہو جو حالات میں انقلاب برپا کردے۔'' (تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ اوّل، ص: ۴۵)

موصوف اپنی ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

''لیکن دنیا کی بدقسمتی تھی کہ خلفائے راشدین کے بعد دنیا کی رہنمائی کے منصب جلیل پر وہ لوگ حاوی ہوگئے جنہوں نے اس کے لیے کوئی حقیقی تیاری نہیں کی تھی۔ خلفائے راشدین کی طرح اور خود اپنے زمانہ کے بہت سے مسلمانوں کی طرح انہوں نے اعلیٰ دینی اور اخلاقی تربیت نہیں پائی تھی۔ ان کا دینی، اخلاقی اور روحانی معیار اتنا بلند نہ تھا جو ملّتِ اسلامیہ کے رہنماؤں کے شایانِ شان ہے۔ ان کے ذہن میں اور طبعیتیں عرب کی قدیم تربیت اور ماحول کے اثرات سے بالکلیہ آزاد نہیں ہوئی تھیں۔ ان میں نہ روح جہاد تھی اور نہ قوت اجتہاد جو دنیا کی پیشوائی اور عالم گیر قیادت کے لیے ضروری ہے۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ذات کو مستثنٰی کر کے عام خلفائے بنی اُمیّہ اور بنی عباس کا یہی حال تھا۔''

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص:۱۹۶)

یہ ملحوظ رہے کہ حضرت ندوی صاحب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد نہیں سمجھتے اور وہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو کو پانچواں خلیفۂ راشد سمجھتے ہیں جبکہ انہوں نے مغل بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کو ایک عرب ادیب ومؤرخ استاذ علی طنطاوی کے مضمون ''نحن الآن فی الھند'' اور دوسری تحریروں کی رو سے چھٹا خلیفۂ راشد قرار دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''یہ سیمینار اس عظیم وتاریخی جامع مسجد کے جوار میں منعقد ہوا جسے مسلم حکمران عنبر نے تعمیر کیا تھا اور عظیم مغل

شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے اس کی آرائش وزیبائش کی تھی اور اپنی زندگی کی پچاس بہاریں وہیں گزاری تھیں...... اس سیمینار کے لیے اس اسلامی شہر کا انتخاب، اس کی عظیم اسلامی و تاریخی حیثیت اور نگ زیب جیسے غیرت مند مسلم شہنشاہ جسے بعض دیدہ ور مؤرخوں نے چھٹا خلیفہ راشد شمار کیا ہے۔''

(کاروانِ زندگی حصہ چہارم، ص:۱۲۴، ۱۲۵۔ زیرِ عنوان ''نعتیہ شاعری کے موضوع پر ایک علمی سیمینار'')

مؤرخ اسلام مولانا شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس تغیّر حالات اور ہر طرح کے موانع و مشکلات کے باوجود ایک مرتبہ پھر فاروقی خلافت کا نمونہ دنیا کو دکھادیا۔ اس لیے بعض محدّثین آپ کو پانچواں خلیفۂ راشد مانتے ہیں۔'' (سیَر الصحابہ، جلد:۷ ص:۳۷۳)

امام اہلِ سنّت مولانا محمد سرفراز خان صفدر فرماتے ہیں کہ:

''اس سے خلیفۂ راشد و عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز جو صحابی بھی نہ تھے بلکہ تابعی تھے مگر خلیفہ راشد تھے...... حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خافت میں شیر، وحشی جانور اور بھیڑ بکریاں ایک ہی جگہ چرتی تھیں۔ ایک دن ایک بھیڑیا ایک بکری پر حملہ آور ہوا تو راوی کہتے ہیں کہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ فرد صالح فوت ہو گیا ہے۔ یعنی جس وقت تک خلیفۂ راشد عادل زندہ تھا بھیڑیوں کو بھی بکریوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔'' (نفاذ شریعت کی اہمیت اور برکات، ص: ۷، ۹، ۱۱، مطبوعہ پاکستان شریعت کونسل)

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی آیت استخلاف کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

''حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ''الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ'' یعنی میرے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ تیس سال تک قائم رہے گی۔ چنانچہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ کو شمار کیا جائے تو پورے تیس سال بنتے ہیں۔ فرمایا: اس عرصہ کے بعد خلافت ملوکیت میں تبدیل ہو جائے گی۔ تاہم ابتدائی دور ملوکیت عادلہ ہوگا چنانچہ حضور علیہ السلام کی پیشن گوئی پوری ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت میں شمار نہیں ہوتا البتہ یہ ملوکیت عادلہ میں شمار ہوتا ہے...... اس کے بعد چودہ سو سالہ تاریخ میں مسلمانوں کے حالات خراب ہی رہے ہیں۔ ملوکیت کے دوران جبر واستبداد کا دور دورہ رہا ہے۔ درمیان میں کوئی عمر بن عبدالعزیز جیسا اچھا حکمران آ گیا تو کام درست ہو گیا۔ آپ کے زمانہ کو تو محدّثین اور فقہاء خلافت راشدہ میں شمار کرتے ہیں کیونکہ آپ نے ان ہی کے نقشِ قدم پر خلافت کی ذمہ داری پوری کی لیکن آپ کے بعد اُموی خاندان پھر ذاتی منفعت میں پڑ گیا۔'' (معالم العرفان فی دروس القرآن، جلد:۱۳، ص:۸۴۸)

موصوف نے آیت استخلاف کی تائید میں حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور کو خلافتِ راشدہ میں محسوب کیا ہے جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو مطلق خلافت میں بھی شمار نہیں کیا۔ البتہ صحابیت کی رعایت سے ''ملوکیت عادلہ'' میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ حدیث میں ''ثمّ ملک بعد ذٰلک، ثمّ یؤتی اللّٰہ الملک من یشآء او ملکہ من یشآء'' کے الفاظ آئے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ''ملوکیت عادلہ'' کے بعد ''ملک عضوض'' اور

''ملک جبریہ'' کا دور شروع ہوگیا تا آنکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور آ گیا جسے محدّثین اور فقہاء نے خلافتِ راشدہ میں شمار کیا ہے۔ بہرحال مولانا سرفراز خان صفدر اور مولانا عبدالحمید خان سواتی نے دوسرے علماء کی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو بھی زمرہ خلفائے راشدین میں شامل فرمایا ہے۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب سرگزشت ہاشمی ماہنامہ نصرت العلوم کی انتظامیہ کو برائے تبصرہ ارسال کی تھی۔ ۲۴۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب کے صفحہ ۶۶ پر صرف اور صرف ایک مقام پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسمِ گرامی کے ساتھ ''خلیفہ راشد'' کا سابقہ لکھ دیا گیا تھا جو نہ صرف مبصر جناب مبصر جناب محمد عمر عثمانی بلکہ ادارہ نصرت العلوم پر بھی بہت ہی شاق گزرا۔ چنانچہ مبصّر صاحب رقم طراز ہیں کہ:

''کتاب میں قاضی صاحبؒ کی حیات وخدمات کا اچھے پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے البتہ کتاب میں خلیفۂ راشد کی اصطلاح خلفاء اربعہ کے علاوہ کے لیے بھی استعمال کی گئی ہے جس سے ادارہ کو اتفاق نہیں ہے۔'' (ماہنامہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ص:۵۵، مارچ ۲۰۰۶ء)

ایک جلیل القدر صحابی رسول اور کاتبِ وحی کے اسمِ گرامی کے ساتھ ''خلیفہ راشد'' کا سابقہ دیکھ کر ادارہ نصرت العلوم نے اس کے ساتھ عدمِ اتفاق کا اعلان کرنا ضروری سمجھا۔ کاش کہ یہی ادارہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اسمائے گرامی کے ساتھ مولانا سرفراز خان صفدر اور مولانا عبدالحمید خان سواتی کی طرف سے ''خلیفہ راشد'' کے بتکرار اطلاق پر اسی طرح اعلانِ برأت کر کے اسے ماہنامہ نصرت العلوم کے اوراق کی زینت بنا دیتا۔

مولانا امجد علی رضوی بریلوی بضمن ''عقیدہ'' لکھتے ہیں کہ:

''نبی کے بعد خلیفہ برحق وامام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدّیق پھر عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت مولا علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم ہوئے۔ ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نیابت کا پورا حق ادا کیا...... عقیدہ منہاج نبوت پر خلافت حقّہ راشدہ تیس سال رہی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی اور آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوّل ملوکِ اسلام ہیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کسی کی؟ محمد رسول اللہ کی سلطنت ہے۔'' (بہار شریعت، حصہ اوّل، ص:۵۹۔۱۶)

مولانا عبدالقیوم حقانی، مدیر ماہنامہ الشریعہ جناب عمار خان ناصر کے بعض افکار کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''افغانستان میں تو طالبان نے تزکیۂ نفس اور لوگوں کی تربیت کا منفرد خصوصی انتظام کیے بغیر جو اسلام کا مکمل نظام قانون نافذ کر دیا تھا جس نے پندرہویں صدی میں بھی خلافت راشدہ کی یادیں تازہ کر دی تھیں، عمار خان ناصر کے ہاں سب کچھ اکارت گیا...... عمار خان ناصر! نفاذ شریعت کے لیے نظام شریعت کو آئینی اور قانونی تحفظ دے کر افغانستان کے طالبان کی طرح مخلص اور مومن قیادت کو اقتدار سونپنا ہوگا۔ جہادی کردار کے ذریعے منافق قیادت کا قلع قمع کرنا ہوگا اور پندرہویں صدی میں بھی عدیم الوسائل طالبان کی طرح یورپی عالمی برادری کی شدید مزاحمت ومقابلہ کے باوجود اسلامی نظریہ حیات اور نظامِ امن وعدل کو نافذ کر کے اس

گئے گزرے دور میں بھی نظامِ خلافتِ راشدہ کی جھلکیاں دکھانا ہوں گی۔'' (ماہنامہ القاسم ص: ۲۵، ۲۸، جون ۲۰۱۱ء)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ علماء کرام آیت استخلاف، آیت تمکین اور حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ کی روشنی میں مدّتِ خلافت راشدہ تیس سال اور خلفائے راشدین کی تعداد چار تسلیم کرنے کے باوجود حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، اورنگ زیب عالم گیر، ملّا عمر اور امام مہدی کو زمرہ خلفائے راشدین میں شامل کر کے ایک حد تک اپنے مؤقف سے منحرف ہوگئے ہیں۔ لیکن یہ حضرات ان خلفاء سے بدر جہا افضل صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کاتبِ وحی، مدبّرِ اسلام اور فاتح عرب وعجم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین کو فہرست میں شامل کرنے پر آمادہ نہیں ہیں جو آیت استخلاف کے خصوص اور بلاشبہ اس کے عموم میں شامل ہیں۔ جو آیت تمکین کے بھی مصداق ہیں (کیونکہ ان کے عہدِ سعید میں مقاصد خلافت پورے ہوئے)، دورِ فاروقی ودورِ عثمانی کے بعد آیت اظہارِ دین (یعنی غلبۂ دین) کا اطلاق سب سے بڑھ کر اسی شخصیت پر ہوتا ہے، جو حدیث بارہ خلفاء میں بھی شامل ہیں، جو ''الأمة من القریش'' جیسے صدّیقی استدلال پر بھی پورے اترتے ہیں (یہ ملحوظ رہے کہ وہ نجیب الطرفین قریشی ہیں) جن کا دورِ امارت وخلافت (بتصریح حدیث بخاری) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حالت نیند اور بے داری میں باعث راحت ومسرّت ثابت ہوا، جو بلسان نبوت مبشّر بالجنۃ وخلافت اور ہادی ومہدی ہیں، جو اپنے پیش روخلفائے راشدین کے دور رشد وہدایت کا بحیثیت مجاہد وسپہ سالار لشکر اور مشیر وگورنر پورے بیس برس تک ایک اہم حصّہ رہے ہیں، جو نہ صرف یہ کہ خود راشد ہیں بلکہ انہیں منتخب کرنے والے ایک خلیفہ راشد سمیت ہزاروں راشدین صحابہ ہیں اور سب سے بڑھ کر وہ خود بھی بارگاہِ الٰہی ''اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ'' کے سند یافتہ ہیں جس کا اعلان جملہ اسمیہ سے کر کے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کردی گئی کہ ان کا رشد وثبات واستقامت عارضی اور وقتی نہیں بلکہ دائمی اور ابدی ہے پھر اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ''عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ'' جیسے اسمائے صفت بیان فرما کر یہ اعلان بھی کر دیا کہ کچھ نادان مخالفین اور اعدائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بے ہودہ الزامات و اعتراضات سے ہم باخبر ہیں۔ اس فتنے کے انسداد کی خاطر ہی ہماری حکمت ان بشارتوں کی مقتضی ہوئی۔

حافظ ابنِ حجر ہیتمی لکھتے ہیں کہ:

''عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ تو فرمایا: ''**واللّٰہ انّ الغبار الّذی دخل فی انف فرس معاویة مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم افضل من عمر بالف مرّة**.. اللہ کی قسم جو غبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا ہے وہ بھی ہزار مرتبہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔'' (تطہیر الجنان، ص: ۱۰)

تو جس جلیل القدر صحابی اور خلیفہ راشد کے گھوڑے کا ''غبار انف'' بھی خود عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجے افضل ہو تو اس کا زہد وعدل اور عہدِ خلافت کیوں عمر بن عبدالعزیز کے زہد وعدل اور عہدِ خلافت سے ہزار درجے بہتر وافضل نہ ہوگا؟